اخبار و افکار

وقائع نگار ________

۲۵ اکتوبر ۱۹۷۱ء

برن یونیورسٹی کے پروفیسر برگل DR. J. C. BURGEL سفیر سوئٹزرلینڈ کے ہمراہ ادارہ تحقیقات اسلامی تشریف لائے۔ ڈاکٹر برگل علوم شرقیہ کے استاذ ہیں۔ انہوں نے "قرونِ وسطیٰ کی اسلامی شاعری میں حقیقت پسندی، زورِ بیان اور تخیل"

"REALISM, RHETORICS AND FICTION IN ISLAMIC POETRY OF THE MIDDLE AGES"

کے عنوان پر اپنا تحریری مقالہ انگریزی میں پڑھا۔ انہوں نے عربی، فارسی، ترکی نیز اردو کی شاعری کے حوالہ سے موضوع پر روشنی ڈالی۔ اپنی تعارفی تقریر میں ڈائرکٹر ادارہ تحقیقاتِ اسلامی ڈاکٹر محمد صغیر حسن معصومی نے اس نکتے کی طرف اشارہ کیا کہ اسلام فنونِ لطیفہ بالخصوص شاعری کی حوصلہ افزائی نہیں کرتا۔ اور میدانِ شاعری میں مسلمانوں کے کارناموں کو اسلامی شاعری کہنا محلِ نظر ہے۔ اگر کسی چیز کو اسلامی شاعری کہا جا سکتا ہے تو وہ صرف ان شعراء کا کلام ہو سکتا ہے جنہوں نے اسلام کی حمایت اور اس کی تعلیمات کی اشاعت کے لئے اپنے فن کو استعمال کیا۔ اور اس کی مثالیں بہت شاذ ہیں۔

پروفیسر برگل کے مقالہ کو اس لحاظ سے قابلِ قدر کہا جا سکتا ہے کہ وہ ایک ایسے شخص کی کوشش کا نتیجہ تھا جس کے لئے وہ تمام زبانیں اجنبی تھیں جن پر انہوں نے اپنے مقالے کی بنیاد رکھی تھی۔ غالباً اسی لئے ان کے مقالے میں لوگوں نے گہری دلچسپی لی۔ لوگوں نے مقالے کو غور سے سنا اور تبصرے بھی کئے۔

---

۱۲ نومبر ۱۹۷۱ء

ادارہ تحقیقاتِ اسلامی کے ڈائرکٹر جناب محمد صغیر حسن معصومی نے جشنِ نزولِ قرآن کی ایک مجلسِ مذاکرہ میں مقررِ خصوصی کی حیثیت سے شرکت کی۔ اس تقریب کا اہتمام حلقۂ یاراں راولپنڈی نے کیا تھا۔ جلسے کی صدارت سفیرِ اُردن جناب کامل الشریف نے کی۔ گورنمنٹ انٹر کالج سٹیلائٹ ٹاؤن کے وسیع ہال میں نشست کا انتظام تھا۔ ۳ بجے سہ پہر حاضرین جمع ہو گئے۔ بعد نمازِ عصر جلسے کی باقاعدہ کارروائی شروع ہوئی۔ تلاوتِ قرآن کے بعد جناب حسّان کیلمی نے مہمانوں کا تعارف کرایا، اور تقریریں شروع ہوئیں۔ سفیرِ اُردن نے عربی میں اپنا صدارتی خطبہ پڑھا جس کا اُردو ترجمہ سامعین میں پہلے ہی تقسیم کر دیا گیا تھا۔ ڈاکٹر معصومی نے "رمضان اور رویتِ ہلال" کے موضوع پر اپنا مبسوط مقالہ اُردو میں پڑھا۔ اس کے بعد سوالات اور تبادلۂ خیالات کا دور شروع ہُوا۔ غروب سے چند منٹ پہلے جلسے کی کارروائی اختتام پذیر ہوئی۔ کالج کے ایک دوسرے کشادہ کمرے میں افطاری کا انتظام تھا۔ افطار سے فارغ ہو کر کالج کے ایک لان پر نمازِ مغرب ادا کی گئی۔ الوداعی سلام اور معانقہ کر کے لوگ رخصت ہوئے۔

ڈاکٹر معصومی کے مقالے کے اہم حصے اسی شمارے میں کہیں درج ہیں۔ کامل الشریف کی تقریر کے اہم اجزاء درج ذیل ہیں:۔

حمد و ثنا اور درود و سلام کے بعد:۔

ہم ایک ایسے واقعہ کی یاد منا رہے ہیں جس کی مثال نہ صرف اسلامی تاریخ میں بلکہ پوری انسانی تاریخ میں ملنا ناممکن ہے۔

نزولِ قرآن کو چودہ سو سال ہو گئے ہیں، آئندہ بھی صدیاں اور قرنیں گزریں گی جن کا علم خالقِ کائنات ہی کو ہے، تاریخ انسانی کے اس طویل سفر کا کوئی مرحلہ اور کوئی زمانہ ایسا نہیں گزرا، جس میں مفسرین، مفکرین اور شارحین نے وحی الٰہی (قرآن مجید) کی گہرائیوں میں اُتر کر حکمت و دانش اور قانون و اخلاق کے نایاب موتی نہ چنے ہوں۔

زمانہ بدلتا رہے گا وقت گزرتا رہے گا اور انسانی مصالح و ضروریات ان پیہم تبدیلیوں کے ساتھ بدلتی رہیں گی لیکن یہ محدود الصفحات کتاب (قرآن مجید) اسی طرح ترو تازہ رہے گی جس

طرح اپنے نزول کے اولین روز تھی۔

اس لئے یہ کوئی حیران کن بات نہیں کہ تمام مفکرین حتیٰ کہ مخالفین اسلام بھی اس امر پر متفق ہیں کہ انسان کی مذہبی، سیاسی اور سماجی زندگی پر کسی جواہری چیز نے اتنا مسلسل اور ہمہ گیر اثر نہیں ڈالا جتنا قرآن کریم نے ڈالا۔ اس حقیقت سے بھی اختلاف کی کوئی گنجائش نہیں کہ انسانی تہذیب و تمدن کو ڈھالنے میں قرآن کریم کا کام دوسری تمام آسمانی کتب پر فوقیت رکھتا ہے۔

ترقی کی یہ لہر جس کی صبح نزول قرآن کی شکل میں ہوئی تھی، آگے چل کر بالواسطہ اور بلا واسطہ ہر دو طریقوں سے وسطی دور کے یورپ تک پہنچی اور مغرب میں اس ثقافتی و تمدنی ترقی کا سبب بنی جس کو ہم دورِ بیداری کے نام سے یاد کرتے ہیں۔ آج ہم علوم و معارف اور ایجادات و انکشافات کے جس دور میں زندگی بسر کر رہے ہیں وہ بڑی حد تک قرآنی تعلیمات ہی کے طفیل ہے۔

قرآنی تہذیب نے انسانیت کو ایک ایسا نظام بخشا جو ان تمام قدیم اور فرسودہ نظاموں کا نعم البدل تھا جو غلامی، ظلم اور سرکشی کی آخری حد تک پہنچے ہوئے تھے۔

اسلام نے جس تیزی اور سرعت کے ساتھ ان مخالف قوتوں کے مقابلہ میں کامیابی اور عروج حاصل کیا، جو قوت، تعداد اور علمی ترقی میں کئی گنا زیادہ تھیں، تاریخ کا ایک ایسا فقید المثال واقعہ ہے جس نے ہر زمانے کے مصنفین و مؤرخین کو حیرت میں ڈالے رکھا ہے اور آئندہ بھی لوگ اس حقیقت پر حیرت سے غور کرتے رہیں گے۔

مشہور انگریز مؤرخ ایچ جی ویلز اپنی کتاب "مختصر تاریخ عالم" میں عربوں کی فتح کے واقعہ کو ان الفاظ میں بیان کرتا ہے:۔

"انسانی تاریخ میں مدہوش کن فتح کا یہ سب سے بڑا اور سب سے اہم واقعہ ہے" (آگے چل کر یہی مصنف مسلمان عربوں کے بارے میں کہتا ہے) کہ انہوں نے اپنی زبان اور اپنی حکومت کو اسپین سے لے کر چین کی سرحدوں تک پھیلا دیا اور دنیا کو ایک نئے تمدن سے آشنا کیا اور ایک ایسا دین انسانیت کے سامنے پیش کیا جو آج بھی دنیا کی ایک زندہ قوت ہے۔"

عظیم مصنف کارلائل نے اپنی کتاب 'ہیروز' میں ان لوگوں کی سختی سے تردید کی ہے جو کہتے ہیں کہ اسلام تلوار سے پھیلا ہے۔ کارلائل نے ایسے لوگوں کو مسکت جواب دیا ہے۔ وہ کہتا ہے:۔

"محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے بارے میں بہت سے لوگوں کی یہ خام خیالی ہے کہ انہوں نے اپنا دین تلوار کے زور سے پھیلایا۔ یہ لوگ بھی حقیقت سے کس قدر بعید ہیں کہ اس خیال خام کو محمد (صلعم) کے مذہب کی دلیل سمجھتے ہیں اور کہتے ہیں کہ اگر محمد صلعم تلوار سے کام نہ لیتے تو ان کا دین نہ پھیلتا۔ ہم ان سے پوچھتے ہیں کہ وہ کون سا جذبہ تھا جس نے لوگوں کو تلوار استعمال کرنے پر مجبور کیا"۔۔۔۔۔۔ کارلائل آگے چل کر کہتا ہے کہ یہ دین بلاشک وشبہ ایک دین حق ہے۔ ہم کو چاہیے کہ حق کو اپنے وجود و بقا کے لئے جد وجہد کرنے دیں۔ اس لئے کہ پسپائی اور شکست اسی کا مقدر ہوتی ہے جو پسپائی اور شکست کا مستحق ہوتا ہے اور اس میں ہرگز اتنی ہمت نہیں ہوتی کہ وہ خیر کو تباہ کر دے۔

اس معجزہ کے دور رس اثرات ہم مسلمانوں کی قدیم و جدید تاریخ میں دیکھتے ہیں۔ ان اثرات کی دور رسی کا مزید اندازہ ہم کو ان منظم استعماری حملوں سے بھی ہوتا ہے جو بر اعظم ہائے افریقہ و ایشیا سے اسلامی اثرات کا استیصال کرنے کے لئے وسیع پیمانے پر وقتاً فوقتاً ہوتے رہے اور جن حملوں میں اعدائے اسلام نے دولت، سائنس اور فوجی قوت کا پورا پورا استعمال کیا۔

ان زبردست طوفانوں کے علی الرغم اسلام کی بقا بھی ایک ایسی محیر العقول حقیقت ہے جس نے مغربی مصنفین کو حیرت میں ڈال رکھا ہے اور وہ اس پر مدت سے غور کر رہے ہیں۔ وہ اس حقیقت سے بھی پورے طور پر آگاہ ہیں کہ قرآن کریم کے ساتھ مسلمانوں کی دلی وابستگی ہی وہ مضبوط چٹان ہے جس کو پاش پاش کرنے کے لئے باطل کی طاغوتی قوتیں برسرِ پیکار ہیں۔

اس میں کوئی شک وشبہ نہیں کہ اس عظیم اسلامی ملک ـ پاکستان ـ کا قیام جو طویل اور انتھک جدوجہد کے نتیجے میں عمل میں آیا اسی معجزہ کی ایک عظیم مثال ہے۔ اس مثال سے ہم کو اسلامی طرزِ حیات کے قیام آزادی اور استقلال کے لئے مسلمان اقوام کی جد وجہد کا ایک عمدہ نمونہ ملتا ہے۔ قیام پاکستان ایک ایسی حقیقت ہے جس نے شاعرِ اسلام محمد اقبالؒ کے اس قول پر مہرِ تصدیق ثبت کر دی ہے کہ اسلام ہی نے مسلمانوں کو ہر بحران میں بچایا ہے نہ کہ بالعکس۔

ہم کو اس حقیقت میں ذرہ برابر بھی شک وشبہ نہیں کہ قرآن کریم نے ہم کو ایک مکمل نظامِ حیات اور ایک واضح شریعت عطا کی ہے۔ اس میں ہر طرح کی ترقی کے اسباب پوشیدہ ہیں۔ یہ شریعت

بلا شبہ ہم کو اس امر کی اجازت دیتی ہے کہ ہم فکر صائب کو جہاں سے بھی ہو حاصل کریں اور دنیا کے لوگوں سے مذہب و نسل کی تمیز کے بغیر ایک جدید معاشرہ کی تعمیر کے لئے جو چیز ضروری ہو لینے میں تامل نہ کریں۔ ہمارے سامنے اس کے سوا کوئی مقصد نہیں ہونا چاہیئے کہ ہم کھلی عقل اور بیدار بصیرت کے ساتھ قرآن کا مطالعہ جاری رکھیں اور قرآنی ہدایت سے نور حاصل کریں، ہم کو چاہیئے کہ ہم قرآنی اقدار ہی سے وہ قوت حاصل کریں جو ہمارے دَور کو ہمارے اسلاف کے دَور جیسا بنانے میں ہماری مدد کرے۔

اس مبارک موقعہ پر اور اس مبارک مہینہ میں پاکستانی عوام، پاکستانی فوج اور پاکستانی حکومت کو سلام کرتا ہوں۔ پاکستان اسلام کا ایک مضبوط قلعہ ہے جو بڑی قربانیوں اور دقتوں سے گزرنے کے بعد وجود میں آیا ہے۔ پاکستان کا قیام قرآن ہی کے معجزات میں سے ایک معجزہ ہے۔ یہ ملک اللہ تعالیٰ کے اس وعدہ کی تصدیق ہے جس میں کہا گیا ہے کہ جب تک مسلمان اپنی نیتوں میں مخلص رہیں گے اور اپنے کلمہ کو متحد رکھیں گے۔ اس وقت تک خدا ان کا حامی و ناصر رہے گا۔

مجھے یقین ہے کہ یہ اسلامی روح جو پاکستان میں بیدار ہوئی ہے اسی طرح قائم و دائم رہے گی اور پوری دنیا میں اسلام اور مسلمانوں کا دفاع کرنے والوں کو قوت و ہمت بخشتی رہے گی۔ پاکستان جن اصولوں اور جن روایات پر زور دیتا ہے ان کے اعتراف کے طور پر پورا عالم اسلام آج پاکستان کے ساتھ ہے۔ عالم اسلام یہ سمجھتا ہے کہ پاکستان کی قوت نہ صرف پورے عالم اسلام کی قوت ہے بلکہ ہر اس ملک کی قوت ہے جو شر اور توسیع پسندانہ عزائم سے برسرِ پیکار ہے اور ایک پُرامن دنیا بنانا چاہتا ہے۔

---

۱۵ نومبر ۱۹۷۱ء

مولانا عبدالقدوس ہاشمی، لائبریرین ادارہ تحقیقات اسلامی، کی اہلیہ رحلت کر گئیں۔ ایک بجے ہال میں تعزیتی جلسہ ہوا۔ قرآن خوانی کے بعد دعائے مغفرت کی گئی۔